قرآن کا نظریہ تسخیر کائنات

ڈاکٹر سید از کیا ہاشمی٭
استاذ شعبہ اسلامیات‘ پوسٹ گریجوایٹ کالج‘ مانسہرہ

تہذیب جدید کے مؤرخین کے سامنے ایک سوال یہ رہا ہے کہ فطرت کے خزانے اول دن سے زمین میں موجود تھے- انسان کے اندر ضروری ذہنی صلاحیت بھی قدیم ترین زمانہ سے پائی جاتی رہی ہے پھر اس خزانہ کو انسانی تمدن کیلئے استعمال کرنے میں اتنی دیر کیوں لگی؟ عصر حاضر کے مشہور مغربی مفکر اور مؤرخ آرنلڈ ٹوائن بی (۱۹۷۵ء) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قدیم زمانے کا انسان زمین کو دیوتا سمجھتا تھا- یہاں کی ہر چیز اس کے نزدیک خدا کا درجہ رکھتی تھی- وہ ان کو دیکھتا تو ان کے بارے میں اس کے اندر تقدس اور پرستش کا جذبہ پیدا ہوتا تھا- اس نفسیاتی فضا میں زمینی ذرائع کو انسانی خدمت کیلئے استعمال کرنے کا جذبہ نہیں ابھر سکتا تھا- ٹائن بی (Toyn Bee) کے الفاظ میں یہ توحید (Monotheism) کا عقیدہ ہے جس نے کائنات کے تقدس کو ختم کیا اور ہر چیز کو ایک خدا کی مخلوق بتایا- اس طرح وہ نفسیاتی فضا پیدا ہوئی جس میں انسان اپنے سیارہ کو دیوتا سمجھنے کے بجائے اپنا خادم سمجھے اور اس پر تصرف کا عمل کر سکے-(۱)

توحید کے مثبت اثرات سے متعلق ٹائن بی کا یہ تجزیہ درست ہونے کے باوجود اسلام سے متعلق تعصب پر مبنی ہے- اس نے اپنی بعض تحریروں میں حقائق کو مسخ کرتے ہوئے توحید کا کریڈٹ عیسائیت کو دینے کی کوشش کی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سلطنت روم کی سماجی زندگی میں موجود دو خصوصیات یعنی توحید اور قانون کی حکمرانی کو جو کہ عرب میں ناپید تھیں‘ اپنے مخصوص عربی لباس و انداز میں یک جان کر کے ایک نئے مذہب اسلام میں سمو دیا‘ جنہیں آپ ﷺ نے شام کے سفر میں عیسائی مذہب سے اخذ کیا تھا-(۲)

حقیقت یہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت عیسائی دنیا توحید کے بجائے تثلیث (Trinity) کا شکار تھی اور اس مبنی بر شرک عقیدہ کی قرآن حکیم نے محکم دلائل کے ساتھ تردید کی ہے- یہ کریڈٹ دراصل اسلام کو ملنا چاہیے کہ اس کے عطا کردہ خالص تصور توحید نے اس ذہن کو فروغ دیا کہ خالق صرف ایک ہے‘ باقی تمام اشیاء مخلوق ہیں- اس تصور نے مظاہر فطرت کو معبود و مسجود کے مقام سے ہٹا کر مخلوق اور خادم ہونے کے مقام پر لا کھڑا کر دیا- بلاشبہ انسانی تاریخ میں یہ ایک عظیم انقلاب تھا جس نے پہلی بار مظاہر کائنات کے تقدس کو ختم کر کے ان مادی نعمتوں کے ظہور کی راہ ہموار کی جن سے آج

انسانیت مستفید ہورہی ہے- یہ ترقی دراصل اسلام اورقرآن کے تصورتوحید کا بالواسطہ نتیجہ تھی جس سے سائنسی تحقیق اور ذہنی خزانوں کو استعمال کرنے کا ذہن ابھرا اور ایک عظیم الشان تہذیب وجود میں آئی جو یورپ میں منتقل ہوکر نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا باعث بنی اور وہ دور وجود میں آیا جسے ہم سائنسی دور (Age of Science) کہتے ہیں-

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اولاً سائنسی انقلاب کا ظہور اسلامی دنیا میں ہوا جبکہ عیسائیت کا ابتدائی ڈیڑھ ہزار سالہ دور خود یورپ کے مؤرخین کے نزدیک تاریک دور (Dark ages) کہلاتا ہے (۳) اگر سائنسی ترقی عیسائیت کے تصورتوحید کا نتیجہ ہے تو اس انقلاب کا ظہور عیسائی دنیا میں ہونا چاہیے تھا نہ کہ اسلامی دنیا میں-

اسلام کے تصورتوحید اورقرآنی تعلیمات کے نتیجہ میں چند سالوں میں اسلامی دنیا میں وہ علمی دھماکہ ہوا (Explosion of Knowledge) جس نے دنیا کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لا کھڑا کردیا جبکہ مشرکانہ تصورات کے زیراثر عیسائی دنیا اس علمی انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بنی رہی- اس علمی بیداری کے اثرات جب سپین کے راستے یورپ منتقل ہوئے تو ارباب کلیسا نے سائنسی تحقیقات اور فلسفیانہ نظریات کو دین میں مداخلت قرار دیتے ہوئے ان پر پابندی لگائی اور جہالت اور توہم پرستی پرمبنی عیسائی تعلیمات اور عقائد کے تحفظ کیلئے سائنس اور علم وتحقیق کو شجرہ ممنوعہ قرار دیا- کئی اہل علم زندہ جلادیئے گئے اور کئی ایک کو قیدوبند اور سخت مصائب وآلام سے گزرنا پڑا-

علمی تحریک اور عقلیت پسندی (Rationalism) کے بڑھتے ہوئے اثرات کو جب طاقت کے بل بوتے پر روکنا ممکن نہ ہوا اور ارباب کلیسا کا اقتدار ڈھیلا پڑا تو مذہب کی نئی تشریح وتعبیر کے ذریعے اسے قابل قبول بنانے کی کوششیں کی گیں مگر چونکہ عیسائی مذہب انتہائی غیرفطری اور غیرمعقول بنیادوں پر قائم تھا اس لئے جدید سائنسی تحقیقات وانکشافات کا ساتھ نہ دے سکا اور سائنس اور مذہب کے درمیان وہ تصادم شروع ہوا جس کی تفصیل ڈریپر ۱۸۸۲ء کی مشہور زمانہ تصنیف Conflict between Religion & Science میں دیکھی جاسکتی ہے اور جس کا انجام بالآخر عیسائیت سے بلکہ نفس مذہب سے دستبرداری کی صورت میں ظاہر ہوا اور سائنس مذہب سے الگ ہوکر الحادو بے دینی کے راستے پر چل پڑی- عیسائیت کے اس غلط طرزعمل اور رویہ کے جو خوفناک نتائج رونما ہوئے ان سے آج پورا عالم انسانی دوچار ہے-

یہ حقیقت ہے کہ اگر مسلمان اپنی داخلی کمزوریوں اور خارجی فتنوں کی بناء پر زوال سے دوچار نہ ہوتے اور موجودہ سائنسی انقلاب مسلم معاشرے میں رونما ہوتا تو سائنس اور مذہب میں علیحدگی رونما نہ

ہوتی۔سائنسی علوم وفنون کی غلط اور مادہ پرستانہ نقطہ نظر سے تشریح وتعبیر کے باعث خدافراموشی اور مذہب بیزاری کی نوبت نہ آتی اور آج انسانیت جن ہلاکت خیزیوں سے دوچار ہے' ان سے محفوظ رہتی۔

مذاہب عالم میں یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کے عطا کردہ تصورِ علم میں وحدت ہے ثنویت نہیں۔یہ علم دو اجزاء پر مشتمل ہے۔شریعت اور فطرت۔انسان کی مادی اور روحانی فلاح وترقی کیلئے یہ دونوں اجزاء ناگزیر ہیں۔قرآن حکیم کی رو سے اولین علم جو انسان کو عطا ہوا وہ علم شریعت نہیں بلکہ علم فطرت ہے' اسی سے متعلقہ علوم آج Natural Sciences کہلاتے ہیں جسے قرآن "علم اسماء" کا عنوان دیتا ہے۔"وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا"(۴)(اس نے آدمؑ کو تمام ناموں کی تعلیم دی) مفسرین کے نزدیک اس علم سے مراد موجوداتِ عالم اور ان کے آثار وخواص کی معرفت ہے تاکہ انسان ان کی حقیقت' ساخت' ان کے اعمال ووظائف اور ان کی طبیعی ونوعی خصوصیات سے واقف ہو کر ان سے استفادہ کر سکے اور خلافت' ارضی کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔جدید سائنسی علوم دراصل انہی مادی اشیاء کی حقیقت اور ان کی خصوصیات کو زیر بحث لاتے ہیں اور علم الاسماء کی تعلیم خود قرآن حکیم کی رو سے خدائی تعلیم ہے کیونکہ ان کا معلم اللہ ہے جو کہ تمام علوم کا سرچشمہ ہے' اس نے علم الاسماء کے ذریعہ ازل سے ابد تک دریافت ہونے والے علوم کے حصول کی استعداد انسانی وجود میں رکھ دی ہے۔

یہاں یہ حقیقت مدنظر رہنی چاہیے کہ قرآن حکیم نے کائنات اور اس کے مظاہر سے متعلق معلومات کو بھی علم قرار دیا ہے(۵) مگر اس کی نظر میں "اُولُوالْاَلْبَاب "(صاحب عقل) وہ لوگ ہیں جو علم شریعت وفطرت دونوں کے حامل ہیں اور جن پر کائنات کے خالق وصانع کی صنعت وخلاقی عیاں ہے۔(۶)

قرآن کے نقطہ نظر سے سائنس اور دین میں کوئی تناقض یا اختلاف نہیں۔جس خدا نے عالم فطرت کو پیدا کیا' اس کائنات کو سجایا اور سنوارا' اسی کے تقاضائے رحمت نے دین وشریعت کی طرف رہنمائی کی۔تکوینیات اور شرعیات کی آخری اور ابتدائی منزل ایک ہی ہے' دونوں کا مقصد انسان کی فلاح وبہبود ہے اور دونوں کا حصول خلافت ارضی کی تکمیل کیلئے انتہائی ضروری ہے۔دین ودنیا کے تمام فوائد ان دونوں کی تحصیل پر موقوف ہیں۔ان میں توازن اور ہم آہنگی کیلئے ضروری ہے کہ سائنسی علوم شریعت کے تابع اور وحی کے نور سے مستفید ہوں وگرنہ وحی سے آزاد اور اقدار سے عاری ہو کر یہی علوم غیر نافع بن کر انسانیت کیلئے رحمت کے بجائے زحمت اور ہلاکت وتباہی کا باعث بن جائیں گے۔

اسلام کے تصورِ علم کی یہی جامعیت ہے جس نے انسان کی مادی اور روحانی ہر دو پہلوؤں سے ترقی کیلئے وسیع امکانات روشن کئے ہیں۔آج بدقسمتی سے جس طرح مغربی اقوام وحی اور شریعت کی

روشنی سے محروم ہو کر ترقی کی حقیقی معراج سے بے خبر ہیں بعینہ مسلم اقوام بھی علوم فطرت (سائنس) سے بے گانہ ہو کر مادی ترقی اور غلبہ واستحکام سے محروم ہو چکی ہیں- اس کا واحد حل قرآن سے وابستگی ہے جو دنیا وآخرت دونوں کی بہبود کا قائل ہے-

''رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ''(۷)

(اور جس کی تعلیمات مادی وروحانی زندگی کے شعبوں کو حاوی ہیں)

اسی نقطہ نظر کی تائید قاری محمد طیب مرحوم کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

''جس طرح خدا کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ پر اس طرح محیط تھا کہ روحانیت و مادیت کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہ تھا- اسی طرح قرآن کریم جو اس محیط علم کا معبر ہے اس درجہ جامع جملے، بلیغ تعبیرات اور ہمہ گیر تعلیمات لے کر آیا جو روحانیت اور مادیت کے دونوں سلسلوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے تھامے ہوئے تھا، ان میں سے مادیت وروحانیت، تدین وتمدن اور دنیا وعقبٰی دونوں کے منافع یکساں طور پر نکل رہے تھے''(۸)

قرآن مجید رہبانیت اور ترک دنیا کی مذمت کرتا ہے اور اسے بدعت قرار دیتا ہے ''وَرَهْبَانِيَّةَ اِبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ''(۹) (رہبانیت کو ان لوگوں نے خود ایجاد کیا تھا ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی)

قرآن کی رو سے یہ پوری کائنات انسان کے فائدہ کیلئے بنائی گئی ہے اور اس کے ذرے ذرے کو انسانی خدمت میں لگا دیا گیا ہے- ''هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا'' (۱۰) (وہی اللہ ہے جس نے زمین کی تمام اشیاء تمہارے لئے پیدا کی ہیں) اس نے کائنات سے متعلق مخلوق اور مسخر ہونے کا تصور دیا ہے جبکہ نزول قرآن کے وقت اس کے مختلف مظاہر کو دیوی دیوتاؤں کے تابع سمجھ کر پوجا جاتا تھا- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِنْهُ''(۱۱)

(اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے آسمان وزمین کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا)

''وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ''(۱۲)

(اللہ ہی نے تمہارے لئے چاند، سورج، رات اور دن کو مسخر کر دیا اور ستارے بھی اسی کے حکم سے تمہارے لئے تابع فرمان ہیں)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

''اَلَمْ تَرَوْااَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَلَكُمْ مَّافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً''(۱۳)

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے اور تم پر اپنی ہر قسم کی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں)

یہ آیات انسان کی فکری و عملی تگ و تاز کے دائروں کو زمین سے آسمان تک وسیع کر رہی ہیں اور ہمیں تحریک دی رہی ہیں کہ انسان اس کائنات کو اچھی طرح سمجھے' اسے قابو میں لائے' اس کی اس طرح تسخیر کرے کہ یہ عالم مادی صحیح معنوں میں اس کیلئے برکت و رحمت کا گہوارہ بن جائے۔

مذکورہ آیت میں جن ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر ہے اس میں ظاہری نعمتوں سے مراد تو وہ نعمتیں ہیں جو واضح ہیں جن سے ہر انسان ہر وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر بعض نعمتیں پوشیدہ ہیں جن سے فائدہ اٹھانے کیلئے غور و فکر' محنت اور تجربے کی ضرورت ہے۔ مثلاً مادۃ (Matter) اور توانائی (Energy) کے وہ پوشیدہ اسرار و حقائق جو برق' بھاپ' جوہری اور ایٹمی توانائی اور کیمیاوی مرکبات کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ درحقیقت یہ تمام نعمتیں روز اول ہی سے اس کائنات میں موجود تھیں مگر آج انسان تسخیر اشیاء کی قوت کی بدولت ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

عصر حاضر کے ایک مفکر ''تسخیر'' کے مفہوم کی وضاحت میں لکھتے ہیں ''تسخیر کے معنی کسی چیز کو کسی خاص مقصد کیلئے جبراً کام میں لگانے اور قابو کرنے کے ہیں اور مسخر وہ ہے جس کو کسی کام پر جبراً لگایا گیا ہو۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم ازلی اور قوت قاہرہ کے ذریعہ تمام موجودات عالم کو انسان کا خادم اور حاشیہ بردار کی حیثیت سے مختلف کاموں پر مامور کر رکھا ہے اور ان میں مخفی طور پر بے شمار فوائد ودیعت کر دیئے ہیں اب انسان کا کام اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے یہ ہے کہ وہ ان خدام سے اپنی عقل و دانش اور ضرورت کے مطابق خدمت لے اور ان مخفی فوائد کا پتہ لگا کر اور تمدنی مشکلات حل کر کے دنیائے انسانیت کے گیسو سنوارے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاٰتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْهُ'' (اور اس نے تمہارے تمام فطری مطالبات پورے کر دیے) کے مطابق انسان کی کوئی مشکل اور اس کی کوئی فطری اور تمدنی ضرورت ایسی نہیں جس کا حل ضروریات سے بھرپور اس کائنات ارضی میں موجود نہ ہو۔ ان صاف ارشادات کے باوجود ان نعمتوں سے مستفید نہ ہونا محرومی نہیں تو پھر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان خدائی نعمتوں سے بھرپور استفادے کیلئے جدید علوم سے واقفیت اور ان میں دسترس حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ (۱۴)

قرآن حکیم کی رو سے دنیوی و اخروی زندگی میں خدائی نعمتوں کے حقیقی اور اصلی مستحق مومنین

ہیں- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ"(۱۵)

(آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب زینت کو جن کو اس نے اپنے بندوں کیلئے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء قیامت کے دن خالص ایمان والوں کیلئے ہوں گی اور دینوی زندگی میں بھی مومنوں کیلئے ہیں)

قرآن حکیم کی سینکڑوں آیات میں کائنات کے مختلف مظاہر اور اشیاء کا تعارف کروایا گیا ہے اور ان میں غور و فکر اور تحقیق و جستجو کا حکم دیا گیا ہے جن کا مقصد اللہ کی صفت و کاریگری کو آشکارا کرنا اور اس کی ظاہری و باطنی بے پایاں نعمتوں سے استفادہ کی راہ ہموار کرنا ہے-

مثلاً متعدد آیات زمین کی مختلف اشکال و احوال کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں اور ان میں مختلف وادیوں' میدانوں' نشیبی زمینوں' مختلف اقسام کی مٹیوں' چٹانوں اور پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے- اور ان کی افادیت کی طرف متوجہ کیا ہے(۱۶)-بعض آیات میں زمین میں موجود قیمتی معدنیات' لوہے' تانبے' قیمتی جواہرات اور مخفی خزانوں کا ذکر ہے(۱۷)-سمندروں اور دریاؤں کے پانی اور ان سے حاصل ہونے والے منافع مثلاً مچھلیاں' ہیرے' جواہرات' جہاز رانی اور تجارت وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے-(۱۸) سمندری طوفانوں کی کیفیت کی نشاندھی کی ہے(۱۹)-

زندگی کیلئے پانی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ زیرزمین پانی کے ذخائر کی طرف متوجہ کیا ہے اور مختلف اقسام کے میٹھے کھاری پانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے(۲۰)- ہواؤں کے نفع بخش اور ضرر رساں پہلوؤں کو ابھارا ہے(۲۱)-قرآن ہر قسم کے جاندار اور بے جان موجودات سے متعارف کراتا ہے' مختلف اقسام کی زندہ مخلوقات کی نشاندھی کرتا ہے-(۲۲) مختلف حیوانات کی مختلف انواع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی افادیت کے مختلف پہلوؤں مثلاً سواری' دودھ' شہد' گوشت' شوکت و زینت' شکار' دوا' علاج وغیرہ کی طرف متوجہ کرتا ہے(۲۳)-وہ پرندوں کی مخصوص اشکال و اجسام ان کے وظائف و اعمال اور ان کے خصوصی اعضاء کا تذکرہ کرتا ہے جو اڑنے میں ان کی معاونت کرتے ہیں- ان کے مرغوب گوشت اور لذیذ غذا کا ذکر کرتا ہے(۲۴)-وہ مختلف حشرات الارض کے رہن سہن کے طریقوں اور ان کی عادات و اطوار کو بیان کرتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے اعضاء اور صلاحیتوں سے کام لے کر اپنے مزاج اور ماحول کے مطابق اپنی زندگی کی حفاظت اور ضروریات زندگی کی تکمیل اور

خطرات سے بچاؤ کا کام کرتے ہیں اور اپنے دقیق وظائف واعمال کے ذریعے انسانوں کو متعدد فوائد پہنچاتے ہیں (۲۵)-

قرآن حکیم نے نباتات کے ذکر میں جو کہ انسانوں اور حیوانات کی اہم غذا ہے ان میں زندگی کے وجود کی نشاندھی کی ہے اور بیج میں سے زندگی کے پھوٹنے کا بھی ذکر کیا ہے- وہ بیج سے درخت تک کے تمام مراحل اور اس کے خشک ہونے کا ذکر کرتا ہے- وہ نباتات کی زندگی میں بیج، مٹی اور پانی کے ساتھ ساتھ ہواؤں کے اہم کردار کا بھی حوالہ دیتا ہے اور ان میں نر و مادہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جن کے باہم ملنے سے عمل بارآوری (Fertilization) مکمل ہوتا ہے، وہ مختلف اقسام کی نباتات، درختوں اور ان کے فوائد وثمرات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے- (۲۶)

ان علوم کے علاوہ سورج، چاند اور ستاروں کے نظام، کائنات اور انسانی تخلیق کے متعلق بیسیوں آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں جن میں مختلف سائنسی علوم کی بنیادیں موجود ہیں جو آج علم تخلیق کائنات (Cosmology) فلکیات (Astronomy)، طبیعات (Physics)، کیمیا (Chemistry)، ارضیات (Geology)، جغرافیہ (Geography)، معدنیات (Minerology)، موسمیات (Meterology)، اور حیاتیات (Biology) کے نام سے مشہور ہیں-

ان علوم سے متعلق بہت سے اہم انکشافات ان قرآنی آیات میں موجود ہیں جو سائنسی تعلیم وتحقیق کا اہم محرک ہیں-

یہ علوم مسلمانوں کے دور عروج میں کبھی بھی اجنبی نہیں رہے- مسلمانوں نے قرآن کی روشنی میں ان علوم کی ترویج وترقی میں حصہ لے کر ایک شاندار تہذیب کی بنیاد رکھی- آج بھی ان علوم کو وحی کی روشنی میں سمجھا جائے تو یہ دراصل قرآن ہی کی تشریح وتعبیر اور اسی کے مقصد ومنشا کی تکمیل ہوگی-

یہاں حکیم ابوالحسن انبیری کا واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو امام غزالیؒ سے کچھ پہلے گزرے ہیں وہ ایک مشہور فلسفی وہیئت دان عمر خیام کو حکیم بطلیموس کی کتاب ''المجطی'' پڑھا رہے تھے کہ وہاں سے کسی فقیہہ کا گزر ہوا- اس نے ان سے پوچھا کہ کیا پڑھا رہے ہو؟ حکیم ابوالحسن نے برجستہ جواب دیا آیت کریمہ ''اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَاءَ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنٰهَا'' (کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے) کی تفسیر بیان کر رہا ہوں (۲۸)

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کیلئے سائنسی علوم کے ذریعہ اس کائنات سے استفادہ اور مختلف عناصر اور قوتوں کی تسخیر نہ صرف مادی نعمتوں کے حصول کیلئے ضروری ہے بلکہ ان کا دفاعی استحکام بھی اس

سے مشروط ہے۔قرآن حکیم میں اعداء اسلام کے مقابلہ کیلئے ہر قسم کے مادی وسائل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''وَاَعِدُّوْالَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ''(۲۹)

مولانا شمس الحق افغانیؒ کے نزدیک یہ آیت مسلمانوں کیلئے اسباب قوت وغلبہ کی فرضیت اور ان اسباب کی فراہمی کی عمومیت کا اعلان کرتی ہے جس زمانہ میں جن اسباب سے دشمن پر غلبہ حاصل ہو سکے۔خواہ وہ ایٹم بم ہو یا ہائیڈروجن بم یا جدید آلات حرب کی کوئی قسم ہو۔ جدید جنگی فنون میں مہارت'بحری'بری اور ہوائی بیڑوں کی ترقی'تجارت وصنعت کی ترقی وغیرہ۔ یہ سب امور لفظ قوت میں داخل ہیں۔جس کا حاصل کرنا فرض ہے اور فرض بھی اس حد تک کہ جہاں تک مسلمانوں کی بدنی اور مالی وسائل کی رسائی ہے(۳۰)

ایک مقام پر لکھتے ہیں:''ترقی سے ہماری محرومی اور ہمارا یہ زوال ترک اسلام کا نتیجہ ہے ورنہ اسلام اور ترقی لازم وملزوم ہیں۔اس آیت کے مطابق تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ تمام جدید آلات میں اتنی ترقی کریں کہ اگر مسیحی اقوام سے سبقت نہ لے جائیں تو کم از کم ان کے مساوی ضرور ہوں اور عالم اسلام اس کیلئے اپنی پوری قوت استعمال کرے(۳۱)

آنحضرت ﷺ نے ایک موقعہ پر قوۃ کی وضاحت کرتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

''الاان القوۃ الرمی''(۳۲)(سن لو: قوت رمی میں ہے)

اس دور میں رمی سے بالعموم تیراندوزی مراد لی جاتی تھی مگر آج ﷺ کا یہ ارشاد آج کے تناظر میں بھی بڑی اہمیت اور معنویت کا حامل ہے اور اس دور کے آلات حرب پر بھی اس کا بہترین اطلاق ہوتا ہے۔میزائیل ٹیکنالوجی جدید دور میں''رمی''ہی کی ایک صورت ہے اور جن قوموں کو اس میں جتنی زیادہ دسترس حاصل ہے وہ اتنی ہی زیادہ ترقی یافتہ شمار ہوتی ہیں۔

قرآن حکیم ایک مقام پر لوہے کی افادیت کا ذکر کر کے دین برحق کی حمایت اور دفاع کیلئے اس کے استعمال کی ہدایت کرتا ہے:

''وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ''(۳۳)

(ہم نے لوہے کو اتارا ہے جس میں بڑی قوت ہے اور اس میں لوگوں کیلئے بہت سے فوائد ہیں)

لوہے کی افادیت قدیم دور کی طرح آج کے سائنسی دور میں بھی مسلم ہے اور جدید جنگی ہتھیاروں'مشین گنوں'گولیوں'ٹینکوں'راکٹ اور میزائل وغیرہ کی شکل میں لوہے کے استعمال نے اس کی اہمیت کو آج کہیں زیادہ بڑھا دیا ہے اور جدید سائنس اور فولادی صنعت (Steel Technology)

میں مہارت کے بغیر اس میدان میں پیشرفت ممکن نہیں۔

قرآن حکیم نے حضرت داؤدؑ کے جنگی آلات اور ہتھیاروں بالخصوص زرہوں کی صنعت میں مہارت کا خصوصی حوالہ دیا ہے(۳۴) جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالی نے لوہے کو (موم کی طرح) نرم بنا دیا تھا(۳۵) اس ٹیکنالوجی میں مہارت کے ذریعہ آپ ﷺ نے اپنا دفاع اس حد تک مضبوط کر لیا تھا کہ قرآن حکیم نے بھی انہیں ''ذالاید'' (۳۶) (بڑی طاقت والا) کے لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کی قائم کردہ حکومت کی مضبوطی اور استحکام کی تعریف کی ہے۔''وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ'' (۳۷) (ہم نے ان کی سلطنت کو مستحکم کیا) یہ استحکام ظاہری اسباب کی رو سے لوہے اور اسلحہ سازی کی صنعت میں ترقی اور دفاعی ٹیکنالوجی کے میدان میں سبقت حاصل کرنے سے ممکن ہوا۔

قرآن حکیم اس دفاعی ٹیکنالوجی کی اہمیت کو ذوالقرنین کے واقعہ سے بھی اجاگر کرتا ہے جسے عطا کردہ بے شمار مادی وسائل کا ذکر قرآن حکیم نے ان الفاظ سے کیا ہے۔''وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَئٍی سَبَبًا'' (۳۸) جن کی بدولت اس نے مشرق و مغرب میں اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا۔ جن کی نشاندھی قرآن حکیم نے کی ہے۔(۳۹)

قرآن حکیم کی رو سے اس نے اپنے دور کی جدید ترین ٹیکنالوجی میں مہارت کی بناء پر یاجوج و ماجوج جیسی وحشی مخلوق کی یلغار کو روکنے کیلئے لوہے، پگھلے ہوئے تانبے اور پتھروں پر مشتمل ایسی دیوار تعمیر کی جو سد ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھی۔ یہ نمونے امت مسلمہ کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت اور برتری حاصل کر کے ہم آج بھی اپنے دور کی یاجوج و ماجوج کی یلغار روک کر اپنے دفاعی حصار کو اس قدر مضبوط بنا سکتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کے مطابق ''فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ اوَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا'' (۴۰) (یعنی ان میں نہ تو اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے) کی تعبیر اس پر بھی صادق آسکے۔

قرآن حکیم میں انبیاء کے ذکر کردہ متعدد معجزات کا ایک پہلو تو واضح اور نمایاں ہے کہ ہمارے لئے ان کے ذکر سے مقصود قدرت الہیہ کا اظہار و اثبات ہے مگر ان کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے قرآن حکیم نے مظاہر فطرت کی تسخیر کے عملی تصور کو بھی نمایاں کیا ہے۔ ان معجزات کے ذریعے اس امکان کو ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کائنات میں جو واقعات بصورت معجزات خلاف عادت طور پر ظاہری اسباب کے بغیر ظہور میں آئے ہیں ان کا اسباب کے تحت بھی وجود میں آنا ممکن ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے جن شعبوں میں انسانیت نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان کے بہترین نمونے معجزات انبیاء میں موجود ہیں۔ سائنسدانوں نے انہی نمونوں کو سامنے رکھ کر مفروضات کو ممکنات میں

تبدیل کر دیا ہے (چاہے وہ اسباب کے تحت ہی کیوں نہ ہوں) آج بھی ان نمونوں (Models) کو سامنے رکھ کر ترقی کی منازل طے کی جاسکتی ہیں جن تک انسانیت کی رسائی تا حال ممکن نہیں ہوسکی۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمانوں کی علمی پسماندگی کے پس منظر میں یہ نقطہ نظر اہل علم وتحقیق کی خصوصی توجہ کا طالب ہے اور اس کی بنیاد ہمیں نابغہ عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی اس گفتگو سے ملتی ہے جس میں انہوں نے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے فرمایا تھا کہ:

''امت میں سائنس وطبیعات میں جو حیرت انگیز ترقیاں ہوئی ہیں۔انبیاء کے معجزات میں ان کی نظیریں موجود ہیں اور انبیاء کرام کے معجزات میں یہ چیزیں قدرت نے اس لئے ظاہر کرائیں کہ آئندہ امت کی ترقیات کیلئے تمہید ہوں اور فرمایا کہ'' ضرب الخاطم ''میں اس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے''(۴۱)

معجزات کے ذریعے فطرت کی تسخیر کے متعدد نمونوں میں سے ایک حضرت ابراھیمؑ کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ کا ٹھنڈا ہو جانا ہے (۴۲) یہ معجزہ آگ سے تحفظ کے فطرتی قوانین تک رسائی کیلئے اہم محرک ثابت ہوا ہے اور آج ایسے مخصوص پینٹس اور فائر پروف لباس وجود میں آچکے ہیں جن کے استعمال کے ذریعہ آگ کے اثرات سے بچا جاسکتا ہے۔قرآن حکیم نے اس معجزہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ دوسرے مقام پر اس قسم کے لباس کی پیشینگوئی کر کے سائنسی تحقیق کیلئے مہمیز کا کام کیا ہے۔ ''وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ''(۴۳)(تمہارے لئے ایسے لباس بنادیے جو تمہیں گرمی (آگ) سے بچاتے ہیں)

حضرت سلیمانؑ کی وسیع سلطنت اور جنات وطیور اور ہواؤں پر حکمرانی کے واقعات ہماری رہنمائی کررہے ہیں کہ اس کائنات کی تمام اشیاء ومخلوقات کو مسخر کر کے ان سے تعمیری اور مثبت کام لئے جاسکتے ہیں اور اس بات کا امکان ہے کہ کل ہماری دسترس میں وہ تمام مادی اسباب اور قوانین بھی آسکیں جن کے ذریعے مخفی قوتوں کی تسخیر بھی ممکن ہو سکے (جنہیں آج بھی بعض روحانی اسباب کے تحت مسخر کیا جاتا ہے)۔

حضرت سلیمانؑ کا چیونٹیوں کی گفتگو سے باخبر ہونا اور ہدہد پرندے سے ان کی گفتگو قرآن حکیم نے خاص طور پر ذکر کی ہے (۴۴) جس سے ہمیں اس علم کے سمجھنے کی ترغیب مل رہی ہے۔آج اس علم میں دسترس حاصل کر کے اور حیوانات اور پرندوں کی تربیت کے ذریعے انسانی فلاح و بہبود کے متعدد مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں (Animal Sciences) کے شعبہ میں انہی واقعات کے زیر اثر حوصلہ افزاء پیش رفت ہو رہی ہے اور شاید وہ دن دور نہیں جب انسان حیوانوں اور پرندوں کی بولیوں کو

سمجھنے پر اس طرح قادر ہو جائیں گے جس طرح وہ خود انسانی بولیوں کو سمجھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے ایک صحابی کا ملکہ سبا کے تخت کو ۹۰۰ میل کے فاصلے سے آنکھ جھپکنے سے کم مدت میں حاضر کر دینا ایک عجوبہ (۴۵) ہے مگر یہ واقعہ ہمیں یہ تصور دے رہا ہے کہ مادی اجسام کی اس تیز رفتاری سے نقل و حرکت ممکن ہے۔ سلیمانؑ کی تسخیر ہوا کے واقعہ نے انسان کی ہوا میں اڑنے کی خواہش کو مہمیز دی اور اس تصور کو ممکن بنایا کہ انسان فضا میں سفر کر سکتا ہے اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مسافت طے کر سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے انسانی تحقیق و تجربہ کو ایک پیشین گوئی کے ذریعے مزید تحریک بھی دی ہے:

''وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ''(۴۶)

(وہ ایسی چیزیں (سواریاں) بھی پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے)

آنحضرت ﷺ کے سفر معراج نے فلکیات' طبیعات اور سماوی علوم کی طرف انسانوں کو تشویق دلائی اور تسخیر کائنات کے بند دروازوں کو کھولنے کی ترغیب دی۔ خلائی راکٹ براق ہی کی ایک ادنیٰ شکل اور مادی نمونہ ہے جس نے تسخیر ماہتاب کو ممکن بنایا۔ معلوم نہیں خلائی فتوحات اور تسخیر کائنات کے اس سفر میں ابھی انسان نے کن کن منزلوں کو طے کرنا ہے۔ اقبال مرحوم نے معراج کے اس پہلو کی طرف اس شعر میں متوجہ کیا ہے:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے　　کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

حضرت یوسفؑ کی خوابوں کی درست تعبیر میں مہارت کا ذکر قرآن حکیم نے کیا ہے (۴۷) گویا خوابوں کے ذریعے مستقبل کی پیش بینی ممکن ہے اور علم رؤیا (جو کہ علم نفسیات کا ایک شعبہ ہے) میں تحقیق و تجربات کے ذریعہ مستقبل کی پیش بینی کے ساتھ ساتھ ممکنہ خطرات و مصائب اور مشکلات سے تحفظ کیلئے بہتر منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے۔ ماہرین نفسیات کیلئے اس میدان میں پیشرفت کے وسیع امکانات موجود ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات علم طب کی معراج ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہونے کے ساتھ ساتھ اس میدان میں ترقی کا اہم محرک بھی ہیں۔

معجزات قرآنی کے متعلق یہ نقطہ نظر انسان کے ذوق تحقیق کیلئے مہمیز کا کام دے رہا ہے اور تحقیق کیلئے زاویوں کی تشکیل اور تسخیر فطرت میں نمایاں کردار ادا کر سکتا ہے۔

آخر میں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کا تصور تسخیر مغرب کے مادہ پرستانہ تصور سے قطعی مختلف ہے جو کائنات کی مختلف قوتوں سے استفادہ اور ان کے استعمال کا طریقہ وحی سے

نہیں بلکہ مستقبل سے متعین کرتا ہے جب کہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق انسان کو ان اشیاء پر اختیار اور ان کے استعمال اور استفادہ کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ وہ خدائی قوانین اور صحیح طریقے کے مطابق ہو۔ کیونکہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔ یہ نقطہ نظر تسخیر کے افادی پہلوؤں کو سامنے لاکر اس کے مضر اور ہلاکت خیز پہلوؤں سے اجتناب کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اس حقیقت کی طرف بار بار متوجہ کرتا ہے کہ تسخیر کے عمل میں کامیابی اللہ کا عطیہ ہے اور اس پر کسی فخر، غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہونے کے بجائے مومن کو ہمیشہ اپنے خالق و مالک کے حضور اپنے آپ کو جھکا دینا چاہیے۔

فطرت و شریعت کی اس ہم آہنگی کے ذریعے ہی مسلم امۃ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہے اور اقوام عالم کی قیادت اور خلافت ارضی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Reader's Digest, March 1974.
بحوالہ ظہور اسلام، وحید الدین خان، المکتبۃ الاشرفیہ لاہور: (س-ن) ص ۱۴۶

۲۔ Toyn bee,"A study of History." vol.3p.277

۳۔ ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار ''Dark Ages'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے-

The term dark ages can not be applied to the splended Arab culture which spread over North Afriqa and into Spain."World book Encyclopedia." "Dark Ages" P.30

۴۔ سورۃ البقرہ: ۳۱

۵۔ دیکھئے آیات: سورہ الانعام: ۹۷، سورہ یونس: ۵

۶۔ سورہ آل عمران: ۱۹۱

۷۔ سورہ البقرۃ: ۲۰۱

۸۔ قاری طیب، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، ادارہ مطبوعات طلبہ، لاہور: ۱۹۹۷ء، ص ۸۰

۹۔ سورۃ الحدید: ۲۷

۱۰۔ سورۃ البقرہ: ۲۹-

۱۱۔ سورۃ الجاثیہ: ۱۳

۱۲۔ سورۃ النحل: ۱۲

۱۳۔ سورۃ لقمان: ۲۰

۱۴۔ شہاب الدین ندوی: اسلام اور جدید سائنس، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۲۸

۱۵۔ سورۃ الاعراف: ۳۲

۱۶۔ سورۃ طٰہٰ: ۵۳-۵۴، سورہ الزخرف: ۱۰، سورہ النحل: ۸۱، سورہ البقرہ: ۲۶۴، سورہ فاطر: ۲۸

۱۷۔ سورۃ الحدید: ۲۵، سورہ سبا: ۱۲

۱۸۔ سورۃ فاطر: ۱۲، سورہ النحل: ۱۴-۱۵، سورہ القمر: ۱۳، سورہ الرحمٰن: ۲۲-۲۳

۱۹۔ سورۃ النور: ۴، سورہ یونس: ۲۲-۲۳

۲۰۔ سورۃ السجدہ: ۲۷، سورہ الزمر: ۲۱، سورہ الرحمٰن: ۱۹-۲۰

۲۱۔ سورۃ البقرہ: ۱۶۴، سورہ الروم: ۴۶

۲۲۔ سورۃ النور: ۴۵-۴۶

۲۳۔ سورۃ النحل:۵-۸‘ سورہ الواقعہ:۲۱‘ سورہ الانعام:۳۸‘ سورہ فاطر:۲۸‘ سورہ الانعام:۱۴۲-۱۴۳‘

۲۴۔ سورۃ الانعام:۳۸‘ سورہ النحل:۷۹‘ سورہ الملک:۱۹

۲۵۔ سورۃ العنکبوت:۴۱‘ سورہ الحج:۳۷‘ سورہ النحل ۱۸-۱۹-۶۸-۶۹

۲۶۔ سورۃ الانعام:۹۵‘ الزمر:۲۱‘ سورہ یٰسین:۳۶‘ سورہ الحجر:۱۹-۲۲‘

۲۷۔ سورۃ ق:۶

۲۸۔ محمد طفیل: نقوش‘ رسول نمبر‘ ادارہ فروغ اردو‘ لاہور:۱۹۸۴ء ج۸ ص۵۲۴-۵۲۵

۲۹۔ سورۃ الانفال:۶۰

۳۰۔ شمس الحق افغانی: سائنس اور اسلام‘ مکتبہ الحسن‘ لاہور ۱۹۸۵ء ص۳۴۲-۳۴۳ (تلخیص عبارت)

۳۱۔ ماہنامہ ’’الحق‘‘ دارالعلوم اکوڑہ خٹک ستمبر ۱۹۶۷ء ص۲۲

۳۲۔ مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الری

۳۳۔ سورۃ الحدید:۲۵

۳۴۔ سورۃ الانبیاء:۸۰

۳۵۔ سورۃ سبا:۱۰

۳۶۔ سورۃ ص:۱۷

۳۷۔ سورۃ ص:۲۰

۳۸۔ سورۃ الکہف:۸۴

۳۹۔ ایضا:۸۳-۹۸

۴۰۔ سورۃ الکہف:۹۷

۴۱۔ دیکھئے:

حیات انور‘ ص۱۸۱-۱۸۲‘ بحوالہ مولانا انور شاہ کشمیری کے علوم و معارف‘ مرتبہ مولانا محمد اقبال قریشی‘ دارالاشاعت‘ کراچی ۱۹۸۰ء ص۵۰۔ ’’ضرب الخاتم‘‘ حدوث عالم پر علامہ کشمیری کا انتہائی فکر انگیز رسالہ ہے جو عربی اشعار کی صورت میں آپ نے مرتب فرمایا تھا۔ یہ رسالہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے جسے المجلس العلمی کراچی نے ۱۳۸۲ھ میں طبع کیا۔

۴۲۔ سورہ النحل:۶۹

۴۳۔ سورہ النحل:۸۱

۴۴۔ ۱۸-۲۸

۴۵۔ سورہ النحل:۴۰

۴۶۔ سورہ النحل:۸

۴۷۔ سورہ یوسف:۳۶:۴۹